نبی کریم ﷺ کا اسلامی ریاست میں دیگر مذاہب والوں سے سلوک، ایک تحقیقی جائزہ

The Treatment of The Prophet Hazrat Muhammad ﷺ towards People of Other Religions in The Islamic State, A Research Review

*ثاقب الرحمٰن

Abstract

The Prophet Muhammad ﷺ exemplified remarkable kindness and respect towards both Muslims and non-Muslims. Historical accounts from both the Makki and Madani periods indicate that he never resorted to torturing non-Muslims. In stark contrast, the non-believers of Makkah subjected the Prophet ﷺ and his companions to severe torture. Similarly, in Madinah, Jewish factions engaged in extensive propaganda against the Prophet ﷺ and his followers, oppressing them through various means.

Prominent companions, such as Bilal, Ammar bin Yasir, Suhaib, and Salman رضی اللہ عنہم, endured immense cruelty from the non-believers of Makkah, who employed every conceivable tactic to deter them from Islam. Following the migration to Madinah, Allah empowered the Muslims, yet they consistently refrained from torturing non-Muslims. Despite the fact that non-Muslims martyred many of the Prophet's ﷺ companions and desecrated their bodies, the Prophet ﷺ explicitly prohibited any desecration of non-Muslim corpses. Even in the context of warfare, Muslims adhered to strict ethical standards, ensuring that elderly men, women, and children among the non-Muslims were not harmed or tortured.

In legal disputes involving Muslims and non-Muslims, the Prophet ﷺ unwaveringly upheld justice, ensuring that the truth was sought and fairness was maintained without prejudice. His judicial decisions were unprecedented and continue to be revered. This paper will explore various expects of the aforementioned topic.

Keywords: *torturing, propaganda, oppressed, desecrated, corpses, dispute*

*پی ایچ ڈی سکالر، انٹر فیتھ سٹڈیز، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

موضوع تحقیق کا تعارف:

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں سے بھی حسن سلوک کیا۔ تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو مکی ہو یا مدنی دور، غیر مسلموں کو اذیت دینے کی مثال نہیں ملتی۔ جبکہ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دیں اور یہودیوں نے مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہر طرح سے ظلم کیا۔ بلال حبشی ہو یا عمار بن یاسر ہو، صہیب رومی ہو یا سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہو کفار مکہ نے ان کو اسلام سے دور کرنے کے لیے ظلم کا ہر حربہ آزمایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی تب بھی مسلمان غیر مسلموں کو اذیت نہ دیتے۔ غیر مسلموں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر شہید کیا ان کا مثلہ کیا لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے غیر مسلموں کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ حتیٰ کہ دوران جنگ ان کے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ معاشرے میں کسی مسلم اور غیر مسلم کا جھگڑا ہو جاتا یا کوئی اور معاملہ پیش آجاتا تو مسلمان کی حمایت نہ کی جاتی بلکہ معاملے کی چھان بین کی جاتی اور انصاف کو کبھی بھی پس پشت نہ ڈالا جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے فیصلے فرمائے کہ ان کی مثال نہ پہلے ملتی ہے اور نہ بعد میں ملے گی۔ آپ ﷺ نے مشرکین، یہودیوں اور عیسائیوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جو وفود نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے آتے، آپ ﷺ ان کی تکریم کرتے تھے، ان کے درجہ کا خیال رکھتے تھے اور ان کی بات توجہ سے سنتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ہمیں اس کی امثلہ ملتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں نے بھی کوئی کمی نہ چھوڑی۔ کسی نہ کسی طریقے سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی آپ ﷺ نرمی سے پیش آتے اور اپنے اصحاب کو بھی نرمی کا حکم فرماتے تھے۔

اس موضوع تحقیق کا منہج وصفی/بیانیہ نوعیت کا ہوگا۔

ریاست مدینہ میں ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں ملتی ہیں خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب اور قوم سے ہو۔ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں درج ذیل نکات کی تفصیل ملتی ہے؛

- یہودی بچے کی عیادت کرنا

- کافر کی مہمان نوازی کرنا
- میدان جنگ میں کفار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غیر مسلم والدہ کے لیے دعا فرمانا
- خیبر کے یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک
- قبیلہ دوس کے اسلام سے انکار پر بھی ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمانا
- عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک
- یہودی عورت کے ساتھ حسن سلوک
- نبی کریم ﷺ کا عیسائیوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت دینا
- قبیلہ ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا فرمانا

ذمیوں کے حقوق:

ذمیوں کے حقوق اسلامی شریعت میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ذمی (غیر مسلم شہری) وہ افراد ہیں جو اسلامی ریاست میں رہتے ہیں اور اسلامی حکومت کی حمایت اور حفاظت کے بدلے میں جزیہ (ٹیکس) ادا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا اور ان کے ساتھ انصاف اور رواداری کا مظاہرہ کیا گیا۔

ذمیوں کے حقوق کے اہم نکات

1. **جان و مال کا تحفظ :**

ذمیوں کی جان و مال کا تحفظ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔انہیں ان کی زندگی اور املاک کے حوالے سے مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی ذمی کو تکلیف دے گا،اس نے مجھے تکلیف دی" (سنن ابوداود)۔اس حدیث سے ذمیوں کے تحفظ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

2. مذہبی آزادی:

ذمیوں کو اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔انہیں اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے اور اپنے مذہبی تہوار منانے کی اجازت ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کی فتح کے بعد، انہیں اپنے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دی گئی۔

3. عدالت میں برابری:

ذمیوں کو عدالت میں برابر کا درجہ دیا جاتا ہے۔ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔

قاضی شریح نے ایک یہودی کے حق میں فیصلہ کیا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک زرہ کا دعویٰ کیا تھا۔اس سے عدالتی نظام میں برابری کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

4. معاشرتی حقوق:

ذمیوں کو اسلامی ریاست میں معاشرتی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔انہیں تجارت، زراعت، اور دیگر معاشی سرگرمیوں میں شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ انہیں اپنے کاروبار کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔

5. تعلیم اور ثقافت:

ذمیوں کو اپنے تعلیمی اور ثقافتی ادارے قائم کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو اپنی تعلیمات کے مطابق تعلیم دینے کے حق دار ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ان کے تعلیمی اداروں کی حفاظت اور حمایت کی جاتی ہے۔

6. فلاح و بہبود:

ذمیوں کی فلاح و بہبود کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی ذمی غربت یا بیماری کا شکار ہو تو اسلامی حکومت اس کی مدد کرتی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں ایک ضعیف یہودی کو بیت المال سے مالی مدد فراہم کی گئی۔
اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق کا تحفظ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے ذمیوں کے ساتھ انصاف، رواداری، اور محبت کا مظاہرہ کیا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ آج بھی ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بین المذاہب ہم آہنگی اور محبت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ ذمیوں کے حقوق کا احترام اسلامی تعلیمات کی بنیادی اساس ہے جو عدل، انصاف، اور انسانیت کی بہترین مثال ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللَّهِ، فَلَا يُرَحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔[1]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 'خبردار! جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کیا جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ حاصل تھی تو اس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا، لہذا وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت (دوری) سے آئے گی۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں ذمیوں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے اور جو کوئی ان کو نقصان پہنچائے گا اسے دنیا میں تو سزا ملے گی لیکن روز آخرت میں بھی سزا کا ذکر موجود ہے۔ خود کو مسلمان کہلانے والا شخص اگر ذمیوں کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے حدیث مبارکہ کے مطابق اس کے لیے جنت میں جانا تو درکنار، وہ اس کی خوشبو تک بھی نہیں سونگھ سکے گا چاہے وہ جتنی مرضی عبادت و ریاضت کر لے۔ اس نے ذمی کو نہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچائی ہے۔

اجنبی و غیر اجنبی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم:

اسلامی تعلیمات میں اجنبی اور غیر اجنبی کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بڑی قدرتی اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ ہمیشہ سے انسانیت کی اولین بات یہ ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کے لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آئیں۔ اسلامی تعلیمات میں دیے گئے حکمات اور سنت رسول ﷺ کی مثال سے ہمیں یہ سبق سکھاتے ہیں کہ ہمیں

ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ اجنبی افراد کے ساتھ بھی انصافی اور معقول انداز میں پیش آنا اور ان کے حقوق کا احترام کرنا اسلامی طرز زندگی کا اہم حصہ ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنے کردار میں ایمانداری اور اصلاحیت لانی چاہیے، چاہے وہ کسی بھی قومیت یا مذہب کے ہوں۔ جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی اور آداب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

عَن عَبْدِاللهِ بینِ عَمرٍو رَضِیَ االلہ عَنْمَا اَنّ رَجْلًا سَاَلَ النّبِیَّ: اَیُّ الاِسلَامِ خَیر؟ قَالَ: تُطعِمُ الطّعَامَ، وَ تَقرَ السَّلَامَ عَلَی مَن عَرَفتَ وَ مَن لَم تَعرِف۔[2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا تم کھانا کھلایا کرو اور ہر کسی کو سلام کیا کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے"۔

دور حاضر میں دیکھا جائے تو ہر فرد اپنی ذات تک محدود ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ کھانا کھلانا تو دور کی بات ہے، زیادہ تر افراد دوسرے سے سلام لینا پسند نہیں کرتے حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق دو افراد کے راستے میں جاتے ہوئے ان کے درمیان کوئی فاصل چیز آجائے تو ملنے کے بعد سلام کہیں۔ کھانے کی بات کی جائے تو کھانا کھاتے وقت ہم بیشتر اوقات کسی ساتھ بیٹھے فرد کو کھانے کی دعوت نہیں دیتے، اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کرتے۔ حالانکہ انبیاء و صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کھانے کے وقت کوئی مہمان نہیں آتا تو باہر سے خود کسی کو بلا لاتے اور کھانے میں شریک کرتے۔ عموما یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ گھروں میں کھانا وافر مقدار میں بنایا جاتا ہے اور جو اضافی ہوتا ہے اس کو باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ چاہیے تو یہ ہے کہ کھانے ضائع نہ کیا جائے اس میں کسی کو شریک کیا جائے۔ پہلے کسی ضرورت مند، پڑوسی اور غریب کو کھانا دیا جائے اور پھر خود کھایا جائے۔ اس حدیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو "کھانا کھلانا اور سلام کرنا" بہتر اسلام ہے۔

یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک:

یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کی روایت انسانیت کی قدیم تاریخ میں جا بجا ملتی ہے۔ اسلام نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ حسن سلوک کی بھرپور تاکید کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اہل کتاب کے ساتھ انصاف اور مہربانی کے احکام واضح طور پر موجود ہیں۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے بھی یہودیوں کے ساتھ

معاہدے کیے اور انہیں مذہبی آزادی دی۔ مسلمانوں نے یہودیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ رواداری اور احسان کا برتاؤ کیا۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں نے اسپین اور عثمانی خلافت کے دور میں یہودیوں کو پناہ دی اور انہیں معاشرتی اور معاشی مواقع فراہم کیے۔ یہودی علماء اور مفکرین کو اسلامی معاشروں میں اہم مقام حاصل رہا اور ان کے علمی اور ثقافتی خدمات کو سراہا گیا۔ اس طرح، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جو آج کے دور میں بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ اليَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكُمْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ: وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ [3]

ترجمہ: عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ کچھ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا "السام علیکم" (تمہیں موت آئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی اور میں نے ان کا جواب دیا کہ "وعلیکم السام واللعنۃ" (یعنی تمہیں موت آئے اور لعنت ہو) بیان کیا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو، اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور ملائمت کو پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا تھا کہ وعلیکم (اور تمہیں بھی)۔

اس حدیث مبارکہ کے مطالعہ سے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کی بجائے غلط معنی بننے والا لفظ بولا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ان کے الفاظ جیسے الفاظ سے جواب دیا تو آپ ﷺ نے انہیں نرمی کا حکم دیا اور ان لوگوں کو جو جواب دیا تھا اس کا ذکر اور طریقہ بھی بتا دیا۔ ایک تو یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک حرف کے حذف ہونے یا بدلنے سے لفظ کا معنی و مفہوم ہی الٹ ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر کوئی دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والا فرد آپ کو غیر اخلاقی بات بات کرتا ہے تو پھر بھی اس سے حسن اخلاق کے ساتھ

پیش آیا جائے۔ بزرگانِ دین کا یہی طریقہ رہا ہے اور ان ہی کی اخلاقی تعلیمات کی بدولت دیگر مذاہب سے وابستہ لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔

یہودی بچے کی عیادت:

یہودی بچے کی عیادت ایک انسانی اور اخلاقی فریضہ ہے جسے ہر مذہب اور ثقافت نے اہمیت دی ہے۔ جب ایک بچہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کرنا نہ صرف اس کے لیے ایک تسلی اور حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے بلکہ اس کے خاندان کے لیے بھی تقویت کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مریض کی عیادت کی بہت تاکید کی گئی ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے کا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں غیر مسلم مریضوں کی عیادت کی مثالیں قائم کیں اور ان کے ساتھ محبت اور رحمت کا برتاؤ کیا۔ یہودی بچے کی عیادت کرتے وقت، ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اس کی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش کریں اور اس کے خاندان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں۔

عیادت کے دوران ایک مہربان رویہ، چند تسلی بخش کلمات، اور اگر ممکن ہو تو کچھ مدد فراہم کرنا، جیسے کہ کسی ضرورت کی چیز لے جانا یا خاندان کی معاونت کرنا، اس کے اثرات کو دوچند کر دیتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف انسانیت کی خدمت ہے بلکہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کے فروغ کا باعث بھی بنتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنْ النَّارِ[4]

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبدالقدوس) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے) ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچا لیا

اس حدیث مبارکہ میں ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ غیر مسلم کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو اس یہودی لڑکے کو حضور ﷺ کے اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جانے اور اس کو اسلام کی دعوت کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کے نور سے منور فرما دیا۔ ہمارے معاشرے میں جس طرح مسلم افراد رہ رہے ہیں اسی طرح اس میں زندگی بسر کرنے والے دیگر اہل مذاہب بھی اس کا حصہ ہیں۔ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے دکھ درد میں بھی شریک ہونا چاہیے۔ کوئی حاجت مند ہے تو اس کی حاجت پوری کرنا، کوئی پریشان حال ہے اس کی پریشانی دور کرنا اور کوئی بیمار ہے تو اس کی بیمار پُرسی کرنا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے مناسب وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔

کافر کی مہمان نوازی:

کافر کی مہمان نوازی، اسلامی تعلیمات کے مطابق، ایک اہم اخلاقی فرض ہے۔ مہمان نوازی انسانی رشتوں کو مضبوط کرنے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ اسلام نے انسانیت کی خدمت اور مہمان نوازی کی بھرپور تاکید کی ہے، چاہے مہمان کسی بھی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتا ہو۔

نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور مہمان نوازی کی مثالیں قائم کیں۔ ایک مشہور واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ کے پاس ایک غیر مسلم قبیلہ کا وفد آیا، تو آپ نے ان کی بہترین مہمان نوازی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس عمل نے ان لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑا اور اسلام کی تعلیمات کی حقانیت کو اجاگر کیا۔

کافر کی مہمان نوازی کرتے وقت ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم ان کے ساتھ احترام اور محبت سے پیش آئیں۔ ان کے عقائد کا احترام کریں اور کسی بھی قسم کی تفرقہ بازی یا نفرت سے بچیں۔ اس طرح کے عمل سے نہ

صرف ہماری شخصیت میں بہتری آتی ہے بلکہ دوسروں کے دلوں میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے محبت اور احترام پیدا ہوتا ہے۔

مہمان نوازی کا یہ عمل ایک پل کا کام کرتا ہے جو مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان فاصلے کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے، کسی بھی مہمان کی، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے کا ہو، مہمان نوازی ایک بہترین عمل ہے جو ہمیں انسانیت کی خدمت اور اخلاقی بلندی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ كَافِرٌ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ حَتَّى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ أَصْبَحَ مِنْ الْغَدِ فَأَسْلَمَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِأُخْرَى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِي مِعًي وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ ۔[5]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کافر مہمان آیا، آپ ﷺ نے اس کے لیے بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، بکری دوہی گئی، وہ دودھ پی گیا، پھر دوسری دوہی گئی، اس کو بھی پی گیا، اس طرح وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، پھر کل صبح ہو کر وہ اسلام لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری (دوہنے کا) حکم دیا، وہ دوہی گئی، وہ اس کا دودھ پی گیا، پھر آپ نے دوسری کا حکم دیا تو وہ اس کا پورا دودھ نہ پی سکا، (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے'۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صرف مسلمان ہی کی مہمان نوازی نہیں کرنی بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی آجائے تو اس کی بھی اچھی طرح مہمان نوازی کی جائے۔ اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔ دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے سبب وہ شخص مشرف بااسلام بھی ہو گیا۔ صالحین کا یہی طرز عمل رہا ہے کہ انہوں نے اپنی خانقاہیں قائم کیں اور ان میں قیام وبعام کا باقاعدہ انتظام تھا۔ لنگر خانہ میں بلا تفریق قوم و مذہب سب کو کھانا کھلایا جاتا، اگر کسی نے قیام کرنا ہوتا تو اس کے لیے بھی انتظام ہوتا اور حسن اخلاق سے پیش آیا جاتا۔

میدان جنگ میں کفار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم:

میدان جنگ میں کفار کے ساتھ حسن سلوک اسلامی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی سنت کا ایک اہم حصہ ہے۔ جنگ کے دوران بھی اسلام نے انسانی حقوق، انصاف اور مہربانی کی تاکید کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں جنگ کے دوران غیر مسلم دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور انسانی وقار کی حفاظت کے احکام موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جنگوں میں بھی اخلاقی اصولوں کی پاسداری کی اور اپنے صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم دی۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور دیگر غزوات میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک، انہیں کھانا کھلانا، اور انہیں نقصان پہنچانے سے بچنا اسلامی جنگی اصولوں کا حصہ رہا ہے۔ مثال کے طور پر، غزوہ بدر کے بعد جب مشرکین مکہ کے قیدی بنائے گئے، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی اور صحابہ کرام نے ان قیدیوں کو اپنے کھانے پینے میں شریک کیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، جنگ میں خواتین، بچوں، بوڑھوں، اور غیر لڑاکا افراد کو نقصان پہنچانا منع ہے۔ حتیٰ کہ درختوں اور فصلوں کو بھی نقصان نہ پہنچانے کا حکم ہے۔ یہ تمام اصول جنگ کے دوران انسانی حقوق اور وقار کی حفاظت کی غرض سے ہیں۔

ان اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے مسلمان مجاہدین نے ہمیشہ اپنے دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کی مثالیں قائم کی ہیں۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے مسلمانوں نے نہ صرف اپنی اخلاقی بلندی کو قائم رکھا بلکہ دشمنوں کے دلوں میں بھی احترام اور محبت پیدا کی۔ یہ روایات آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں کے عین مطابق ہیں۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ سِيرُوا بِاسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا۔ [6]

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں لشکر میں (ایک جنگی مہم پر) روانہ کیا تو (الوداع کہتے وقت) آپ نے فرمایا: اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں چلو۔ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جنگ کرو اور مثلہ نہ کرنا عہد شکنی نہ کرنا مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

درج بالا حدیث مبارکہ میں چار کام کرنے سے منع فرمایا؛

1۔مثلہ کرنے 2۔عہد شکنی کرنے 3۔مال غنیمت میں خیانت کرنے 4۔بچے کو قتل کرنے

غزوہ احد کو دیکھا جائے تو یہ اسلام کی ابتدائی جنگوں میں سے ہے۔اس جنگ میں حضرت حمزہ اور دیگر شہداء سے کفار مکہ نے جو سلوک کیا اگر نبی کریم ﷺ چاہتے تو بعد میں آنے والی جنگوں میں ہزاروں کفار و مشرکین کا مثلہ کرنے کا حکم دیتے لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس سے منع فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی تعداد ہر آنے والی جنگ میں پچھلی جنگ کی نسبت زیادہ ہوتی۔ اس کی ایک اور عمدہ مثال دیکھیں کہ حضرت حمزہ کو شہید کرنے والے شخص "وحشی" اور مثلہ کرنے والی "ہندہ" نے جب اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے ان کو بھی معاف فرمادیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غیر مسلم والدہ کے لیے دعا:

غیر مسلم کے لیے دعا کرنا اسلامی تعلیمات میں ایک جائز اور مثبت عمل ہے۔ اسلام نے بین المذاہب محبت، رواداری اور انسانی ہمدردی کی تعلیم دی ہے، اور دعا اس کا ایک اہم جزو ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں کئی واقعات ملتے ہیں جہاں آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے لیے دعائیں کیں۔ ایک معروف واقعہ ہے جب طائف کے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو تکلیف دی، تو آپ نے ان کے لیے بد دعا کرنے کے بجائے ہدایت کی دعا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے لیے بھی خیر خواہی اور دعا کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس بات کی تاکید ملتی ہے کہ مسلمانوں کو عمومی طور پر تمام انسانوں کے لیے خیر خواہی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ سورۃ الممتحنہ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف اور حسن سلوک کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں۔

غیر مسلم کے لیے دعا کرتے وقت، ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ دعا میں خیر و برکت، صحت، امن و امان، اور ہدایت کی طلب شامل ہو۔ دعا کرنے سے دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے اور بین المذاہب تعلقات میں بہتری آتی ہے۔ دعا کا یہ عمل مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں کے لیے دعا کرنا نہ صرف اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے بلکہ یہ ایک انسانی فریضہ بھی ہے جو مختلف معاشرتی اور مذہبی رکاوٹوں کو توڑ کر انسانیت کو قریب لانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی غیر مسلم والدہ کے لئے دعا کی۔

ترجمہ: ابوکثیر یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا اور وہ مشرک تھی۔ایک دن میں نے اس کو مسلمان ہونے کو کہا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ بات سنائی جو مجھے ناگوار گزری۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ نہ مانتی تھی، آج اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مجھے وہ بات سنائی جو مجھے ناگوار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت کر دے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے خوش ہو کر نکلا۔ جب گھر پر آیا اور دروازہ پر پہنچا تو وہ بند تھا۔میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی۔اور بولی کہ ذرا ٹھہرا رہ۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی غرض میری ماں نے غسل کیا اور اپنا کرتہ پہن کر جلدی سے اوڑھنی اوڑھی، پھر دروازہ کھولا اور بولی کہ اے ابوہریرہ!"میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشی سے روتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خوش ہو جایئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کی اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی صفت کی اور بہتر بات کہی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ میری اور میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے۔اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اپنے بندوں کی یعنی ابوہریرہ اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنوں کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔ پھر کوئی مومن ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے میرے بارے میں سنا یا مجھے دیکھا ہو اور میرے ساتھ محبت نہ کی ہو۔ [7]

مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ایمان لانے کے متمنی تھے۔ جب ان کی درخواست پر نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کے لیے حسن اخلاق کی اعلیٰ مثال چھوڑی اور ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کے اسلام لانے کے لیے دعا فرمائی۔ جو کوئی آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتا تو بھی آپ ﷺ انہیں معاف فرمادیتے۔ جیسے حضرت اسماء کو آپ ﷺ نے ان کی والدہ سے حسن اخلاق سے پیش آنے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا تھا تو آپ ﷺ حسن اخلاق کی مثال قائم کی اور ان کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک:

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ بھی رواداری اور انصاف کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ خیبر ایک قلعہ بند علاقہ تھا جہاں یہودی قبائل آباد تھے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد، نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ اسلامی اصولوں اور اخلاقیات کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

فتح خیبر کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس کے تحت انہیں اپنے علاقے میں رہنے اور اپنی زمینوں پر کاشتکاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس معاہدے کے مطابق یہودیوں کو اپنی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دینا تھا، اور بدلے میں مسلمانوں نے ان کی حفاظت کی ضمانت دی۔ اس معاہدے کے تحت یہودیوں کو مذہبی آزادی بھی دی گئی اور ان کی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا گیا۔

یہ حسن سلوک اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسلام نے ہمیشہ امن، انصاف، اور رواداری کی تعلیم دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دشمنی اور مخالفت کے باوجود یہودیوں کے ساتھ جو عدل و انصاف کا رویہ اپنایا، وہ ایک مثال ہے جس پر آج بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کبھی بھی زبردستی یا ظلم کی اجازت نہیں دی بلکہ ہمیشہ عدل اور انسانی حقوق کی پاسداری کی ہے۔

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ اس حسن سلوک نے نہ صرف مسلمانوں کی اخلاقی برتری کو ثابت کیا بلکہ بین المذاہب تعلقات کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ یہ واقعہ آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے کہ ہم کیسے دوسروں کے ساتھ، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، عدل، انصاف، اور مہربانی سے پیش آئیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: افْتَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، وَاشْتَرَطَ أَنَّ لَهُ الْأَرْضَ، وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ، قَالَ أَهْلُ خَيْبَرَ: نَحْنُ أَعْلَمُ بِالْأَرْضِ مِنْكُمْ، فَأَعْطِنَاهَا عَلَى أَنَّ لَكُمْ نِصْفَ الثَّمَرَةِ، وَلَنَا نِصْفٌ، فَزَعَمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ، بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ، فَحَزَرَ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ۔ وَهُوَ الَّذِي يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ: الْخَرْصَ، فَقَالَ: فِي ذِهْ كَذَا وَكَذَا، قَالُوا: أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ! فَقَالَ: فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ! قَالُوا: هَذَا الْحَقُّ، وَبِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَدْ رَضِينَا أَنْ نَأْخُذَهُ بِالَّذِي قُلْتَ. [8]

ترجمہ: سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کر لیا اور شرط کی کہ مسلمان اس کی زمین اور اس کے سونے چاندی کے مالک ہیں۔ تو خیبر والوں نے کہا کہ ہم آپ کی نسبت زمین کے زیادہ ماہر ہیں۔ آپ یہ ہمیں دے دیں اور شرط یہ رہی کہ آدھا ہم آپ کو دیں گے اور آدھا خود رکھیں گے۔ چنانچہ آپ نے اس شرط پر زمین انہیں دے دی پھر جب پھل چننے کا موسم آیا تو آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا جو کھجوروں کے پھل کا اندازہ لگا کر آئے اور اس عمل کو اہل مدینہ «خرص» "اندازہ لگانا" کہتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ فلاں باغ میں اس قدر ہے اور فلاں میں اس قدر۔ تو انہوں نے کہا: اے ابن رواحہ! تو نے ہم پر زیادہ لگا دیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان پھلوں کا جو اندازہ لگایا ہے، اس کا میں ذمے دار ہوں، میں اس کا نصف تمہیں دیتا ہوں۔ یہودیوں نے کہا: یہی وہ حق (اور عدل) ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں جو آپ نے کہا ہم اس کے لینے پر راضی ہیں اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی کو اس کا حق دیا جائے تو کم حق کا اندازہ نہ لگایا جائے بلکہ جو حصہ اس کا بنتا ہے وہ یا اس سے زیادہ دیا جائے۔ صحابہ کرام، تابعین اور صالحین نے تعلیمات اسلام پر عمل کیا۔ چاہے کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم، خود بھی کسی کا حق نہیں کھایا اور دوسروں کو حق تلفی سے منع فرمایا۔ دور حاضر میں عموماً یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ حقدار کو اس کا پورا پورا حق دینے کی بجائے اس کی حق تلفی یا حق میں کمی کی جاتی ہے، وعدہ خلافی کی جاتی ہے اور یہاں تک کہ خرید و فروخت کا معاملہ طے پانے کے بعد رقم وصول کر لی جاتی ہے اور مبیع (چیز) کو خریدار کے

حوالے نہیں کیا جاتا یا اس کے نام انتقال نہیں کروایا جاتا۔ اگر نبی کریم ﷺ کی حسن اخلاق کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ممکن ہی نہیں کہ اس طرح کے معاملات پیش آئیں۔

قبیلہ دوس کے اسلام سے انکار پر بھی ان کے لیے ہدایت کی دعا:

قبیلہ دوس کے اسلام سے انکار کے بعد نبی کریم ﷺ کا ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنا ایک قابل ذکر واقعہ ہے جو اسلامی تعلیمات میں رحمت، شفقت اور ہدایت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ قبیلہ دوس یمن کا ایک معروف قبیلہ تھا جس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی تھے۔ طفیل بن عمرو ایک شاعر اور فصیح اللسان انسان تھے جو نبی کریم ﷺ کے پیغام کو سننے کے بعد اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کو بھی اسلام کی دعوت دی، لیکن ابتدائی طور پر قبیلہ دوس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مخالفت پر اتر آیا۔

اس پر طفیل بن عمرو دوسی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اپنے قبیلے کی مخالفت کی شکایت کی اور ان کے خلاف بد دعا کی درخواست کی۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے بد دعا کرنے کے بجائے قبیلہ دوس کے لیے ہدایت کی دعا کی۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: "اللھم اھد دوساً" (اے اللہ، دوس قبیلے کو ہدایت عطا فرما)۔

نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبیلہ دوس کے بہت سے افراد بعد میں اسلام لے آئے۔ اس واقعے سے کئی اہم اسباق حاصل کیے جا سکتے ہیں:

1. رحمت اور شفقت: نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کے لیے بھی رحمت اور شفقت کا مظاہرہ کیا، جو ان کی اعلیٰ اخلاقی شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔

2. ہدایت کی دعا: مسلمانوں کو ہمیشہ ہدایت کی دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چاہے مخالفین کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

3. صبر اور استقامت: اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعوت دین میں صبر اور استقامت کی ضرورت ہے۔ ابتدائی مخالفت کے باوجود، نبی کریم ﷺ نے امید کا دامن نہیں چھوڑا اور دعا کے ذریعے ہدایت کی طلب جاری رکھی۔

قال أبو هريرة رضي الله عنه: قدم طفيل بن عمرو الدوسي وأصحابه، على النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله، إن دوسا عصت وأبت، فادع الله عليها، فقيل: هلكت دوس، قال: (اللهم اهد دوسا وأت بهم)۔ [9]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو الدوسی اور ان کے ساتھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ! دوس قبیلے نے اسلام کی دعوت کا انکار کر دیا ہے۔اس لئے آپ ان کے خلاف بددعا کریں۔ کسی نے کہا کہ اب تو دوس قبیلہ ہلاک ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرح دعا کی کہ اے اللہ! تُو دوس قبیلے کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔

قبیلہ ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا:

قبیلہ ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا کا واقعہ بھی اسلامی تاریخ میں نبی کریم ﷺ کی رحمت، شفقت اور حکمت کی ایک شاندار مثال ہے۔ قبیلہ ثقیف طائف میں آباد تھا اور جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے طائف کا سفر کیا تاکہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، تو قبیلہ ثقیف نے نہ صرف آپ ﷺ کی دعوت کو رد کیا بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی بھی کی۔

طائف کا سفر نبی کریم ﷺ کے لیے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوا۔ طائف کے لوگوں نے نبی کریم ﷺ پر پتھر برسائے، جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔اس تکلیف دہ صورتحال میں بھی نبی کریم ﷺ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے لیے ہدایت کی دعا کی۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تباہ کر دے گا، تو نبی کریم ﷺ نے انکار کیا اور فرمایا: "اللھم اھدِ ثقیفاً" (اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے)۔

نبی کریم ﷺ کی یہ دعا ایک اعلیٰ اخلاقی اصول کی عکاسی کرتی ہے جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔اس واقعے سے چند اہم اسباق حاصل کیے جا سکتے ہیں:

1. رحمت اور شفقت: نبی کریم ﷺ نے انتہائی مشکل حالات میں بھی اپنے دشمنوں کے لیے ہدایت کی دعا کی، جو ان کی بے پناہ رحمت اور شفقت کی نشانی ہے۔

2. صبر اور استقامت *: نبی کریم ﷺ کی اس دعا سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعوت دین کے راستے میں آنے والی مشکلات اور مصائب کا سامنا صبر اور استقامت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

3. بہتری کی امید: اسلام ہمیشہ بہتری کی امید پر زور دیتا ہے اور یہ واقعہ اسی امید کی بہترین مثال ہے۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيفٍ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: "اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا"۔[10]

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں ثقیب کے تیروں نے چھلنی کر چھوڑا ہے۔اس لئے آپ ان کے خلاف بد دعا کریں۔آپ ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی:۔

اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا کہ اے اللہ تُو ثقیف قبیلہ کو ہدایت دے۔

درج بالا دونوں احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی فرد یا قبیلہ کے اسلام قبول نہ کرنے یا مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے پر بھی دعائے ہلاکت نہیں کی بلکہ پھر بھی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے کفار و مشرکین کی طرف سے ایذاء پہنچانے پر بھی امت مسلمہ کے لیے اخلاق حسنہ کی مثال چھوڑی ہے۔ سفرِ طائف کو ہی دیکھ لیا جائے تو جس طرح اہل طائف نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اگر آپ ﷺ چاہتے تو اللہ تعالیٰ انہیں تباہ بر باد کر دیتا لیکن آپ ﷺ نے ان کے لیے دعائے ہلاکت نہیں فرمائی بلکہ ہدایت کے لیے دعا فرمائی اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ اور ان کی نسل حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں۔

یہ واقعہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں دوسروں کے لیے خیر و برکت اور ہدایت کی دعا کرنی چاہیے اور صبر و تحمل کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔ نبی کریم ﷺ کی یہ سنت آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے اور بین المذاہب محبت اور رواداری کے فروغ کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

یہودی عورت کے ساتھ حسن سلوک:

یہودی عورت کے ساتھ حسن سلوک کا واقعہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کی ایک اور روشن مثال ہے جو اسلامی تعلیمات میں رواداری، انصاف، اور انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی عکاسی کرتا ہے۔اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے

کہ اسلام نے ہمیشہ خواتین کی عزت و تکریم اور غیر مسلموں کے ساتھ انصاف اور مہربانی پر زور دیا ہے۔ جیسا کہ حدمبارکہ میں مذکور ہیں۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه:أن يهودية أتت النبي صلى الله عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها، فجيء بها، فقيل: ألا نقتلها؟ قال: (لا). فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله صلى الله عليه وسلم-[11]

ترجمہ: حضرت انسؓ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے نبی کریم ﷺ کو بکری کا گوشت دیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا جب اس عورت کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا تو صحابہ نے عرض کیا کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ کے تالو میں اس زہر کا اثر ہمیشہ باقی رہا۔

اس حدیث مبارکہ کے مطابق حسن اخلاق کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ یہودی عورت کے نبی اکرم ﷺ کی جان لینے کے درپے ہے، آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت پیش کرنے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے آپ ﷺ ذات پر حملہ کیا پھر بھی آپ ﷺ نے حسن اخلاق کا نمونہ چھوڑا۔ اسلام ہمیں تحمل و برداشت کا درس دیتا ہے۔ اولیائے کرام نے اخلاق حسنہ پر عمل کیا اور اس کی تعلیمات کو آگے پھیلایا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء اس کی ترجمانی کچھ اس طرح سے کرتے ہیں؛" جو ہمارا دوست نہ بنے اللہ تعالیٰ اُس کا دوست رہے اور جو ہمیں تکلیف پہنچائے اسے خوب راحت نصیب ہو۔ جو بھی دشمنی کی وجہ سے ہمارے راستے میں کانٹے بچھائے اس کی زندگی کے چمن کا ہر پھول بے کانٹا کھلا رہے"۔[12] جس طرح نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے دیگر اہل مذاہب سے حسن سلوک کیا اسی طرح اولیائے کرام نے ان کی تعلیمات کو اپنایا جو امت مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا عیسائیوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت دینا:

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جن میں ایک اہم واقعہ نجران کے عیسائیوں کی مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دینا ہے۔ یہ واقعہ اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب رواداری، احترام، اور امن کی اعلیٰ مثالوں میں سے ایک ہے۔

جب نجران کے عیسائی مدینہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ لوگ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔اس وقت آپ مسجد نبوی میں نماز عصر سے فارغ ہوئے تھے۔جب ان کی نماز کا وقت ہوا تو وہ مسجد میں ہی نماز ادا کرنے لگے۔اس پر آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ انہیں نماز پڑھنے دو۔انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔[13] نبی کریم ﷺ کا اس قدر حسن سلوک کہ آپ ﷺ نے عیسائی مہمانوں کو مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کے حسن سلوک نے عیسائیوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ عبادت کی ادائیگی سے بڑھ کر اور کیا فریضہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو نماز کی ادائیگی کی اجازت فرمائی اور امت مسلمہ کو دیگر اہل مذاہب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیمات سے بھی آراستہ فرمایا۔ مذہبی رواداری کی یہ اعلیٰ مثالوں میں سے ہے۔

یہ واقعہ آج کے دور میں بھی بہت اہمیت رکھتا ہے، جب بین المذاہب ہم آہنگی اور احترام کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں دوسروں کے عقائد اور عبادات کا احترام کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کے ساتھ امن، احترام، اور محبت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہ اصول نہ صرف اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہیں بلکہ ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرت کی تشکیل کے لیے بھی ضروری ہیں۔

عیسائیوں کے ساتھ تعامل:

نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ مکہ مکرمہ اور یمن کے درمیان واقع ''نجران'' کا ایک موقر وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذہبی معاملات میں گفتگو کی عیسائیوں کے ساتھ اس موقع پر ایک تاریخی معاہدہ ہوا، جس میں عیسائیوں کو مختلف حقوق دینے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ معاہدہ کی دفعات درج ذیل ہیں:

ان کی جان محفوظ رہے گی۔

ان کی زمین جائداد اور مال وغیرہ ان کے قبضے میں رہے گا۔

ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی۔ مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدے پر برقرار رہیں گے۔

صلیبیوں اور عورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔

ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔

اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔

ان کے معاملات اور مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

سود خواری کی اجازت نہ ہو گی۔

کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلے میں نہ پکڑا جائے گا۔

اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔[14]

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مشرکین، عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی حسن سلوک کیا۔ جس کی مثال ہمیں تاقیام قیامت نہیں مل سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں ان کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی تھی، اس معاہدہ کے تحت ان کے خون، مذہب، زمینوں، مالوں، راہبوں، پادریوں، عورتوں، مویشیوں، قافلوں اور ان کے مذہبی ٹھکانوں کے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ ذمہ دار ہیں۔ یہ معاہدہ بھی آج کے دور میں راہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دور کے دو اہم مذاہب، یہود اور نصاری دونوں سے معاہدات کیے جو کہ آج کے دور میں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

خلاصہ بحث:

حضور خاتم النبیین ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کیا، چاہے وہ کسی بھی قوم قبیلہ یا مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر اہل مذاہب بھی امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ ان کے ساتھ کسی بھی طرح کا ظلم روا نہ رکھا گیا۔ ان کے جان،

مال اور اہل و عیال کی حفاظت اسلامی ریاست کے ذمہ تھی۔ اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کو کسی بھی طرح ایذاء پہنچاتا تو اسے اس کا بدلہ دیا جاتا تھا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے تو آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لیے حتیٰ کہ جانوروں اور پرندوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں تحفظ حاصل تھا، غیر مسلموں کی عیادت کی جاتی تھی۔ اگر کوئی غیر مسلم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو رنگ، نسل، قوم اور مذہب سے بالاتر ہو کر اس کی بھی تکریم کی جاتی تھی۔ اگر کسی مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کسی معاملہ پر تناؤ یا تصادم پایا جاتا یا معاملہ قتل تک پہنچتا تو فیصلہ جانبدارانہ طور پر مسلم کے حق میں نہ ہوتا بلکہ تحقیق کی جاتی اور عدل و مساوات پر مبنی فیصلہ صادر کیا جاتا تھا اور جنگوں میں بھی غیر مسلم بوڑھوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو جنگ میں حصہ نہ لیتے ان کو کسی طرح سے تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی۔

Refrences

[1] Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, trans. Ibrahim (Misr: Shirkah Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi, 1975), Hadith no: 1403, 4/20

[2]Al-Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Al-Jami' al-Sahih, trans. Mustafa Deeb al-Bugha (Damascus: Dar Ibn Kathir, Dar al-Yamamah 1414 AH), Hadith no: 12, Kitab al-Iman, Bab Ita'am al-Ta'am min al-Islam

[3] Idem, Hadith no: 6024, Kitab al-Adab, Bab al-Rifq fi al-Amr Kullihi

[4] Idem, Hadith no: 1356, Kitab al-Jana'iz, Bab Idha Aslama al-Sabi Fa Mata

[5] Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, Hadith no: 1819, 4/267, Abwab al-At'ima, Bab Ma Ja'a An al-Mu'min Ya'kul Fi Mi'in Wahid Wal-Kafir Ya'kul Fi Sab'ati A'ma'

[6] Al-Qushayri, Muslim bin Hajjaj, Al-Jami' al-Sahih "Sahih Muslim", trans. Abd al-Baqi (Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah), Hadith no: 2063, 3/1632, Kitab al-

Ashribah, Bab Ma Ja'a An al-Mu'min Ya'kul Fi Mi'in Wahid Wal-Kafir Ya'kul Fi Sab'ati A'ma'

[7] Al-Qazwini, Abu Abd Allah Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, trans. Muhammad Fu'ad Abd al-Baqi (Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah), Hadith no: 2857, 2/953, Kitab al-Jihad, Bab Wasiat al-Imam

[8] Al-Qushayri, Muslim bin Hajjaj, Al-Jami' al-Sahih "Sahih Muslim", Hadith no: 2491, 4/1938, Kitab al-Fada'il, Bab Fada'il Abi Hurayrah al-Dawsi

[9] Al-Sijistani, Abu Dawud Sulaiman bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dawud, trans. Muhyi al-Din Abd al-Hamid (Beirut: Al-Maktabah al-Asriyyah, Sidon), Hadith no: 3410, 3/273, Kitab al-Buyu', Bab Fi al-Musaqat

[10] Al-Bukhari, Abu Abd Allah, Muhammad bin Isma'il, Al-Jami' al-Sahih, Hadith no: 2779, 3/1073, Kitab al-Jihad wa al-Siyar, Bab al-Du'a Lil-Mushrikin bil-Huda

[11] Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, Hadith no: 3942, 5/729, Abwab al-Manaqib, Bab Fi Thaqif wa Bani Hanifah

[12] Al-Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Al-Jami' al-Sahih, Hadith no: 2474, 2/923, Kitab al-Hibah wa Fadlaha, Bab Qabul al-Hadiyyah min al-Mushrikin

[13] Nizami, Khaliq Ahmad, Tarikh Masha'ikh Chisht (Delhi: Idarah Adabiyyat, 1980), p. 307

[14] Al-Baladhuri, Ahmad bin Yahya, Futuh al-Buldan (Beirut: Dar wa Maktabah al-Hilal), p. 72